ناموسِ رسالتؐ پر ایک اور وار!

اللہ تعالیٰ نے رحمت للعالمین، سید المرسلین اور شافع المذنبین محمد کریم ﷺ کے ذریعے انسانیّت پر اپنے احسان کو مکمل فرمایا، بلاشبہ بنی نوع انسانیت پر یہ احسان اللہ کا دین 'اسلام' ہے اور جس ہستی کے ذریعے نازل ہوا، اس کی بعثت کو بھی اللہ عزوجلّ نے انسانیت کے لئے 'احسانِ عظیم' قرار دیا۔ اس احسانِ عظیم کی قدر و منزلت اور حقیقت و کیفیت کا اندازہ انہی پاکیزہ نفوس کو ہے جنہیں اسلام کی اس رحمت و برکت سے فیض اُٹھانے کا موقع ملا ہے۔

محمد ﷺ اللہ کے محبُوب پیغمبر ہیں، اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں آپ کی صفات بیان کرتے اور آپ پر طنز و استہزا کے تیر چلانے والوں کو اپنی ناراضی کی وعید دیتے ہیں۔ کبھی محبوبِ کریم کو اس اذیّت پر دلاسہ دیتے، کبھی اُن کے غم و اندوہ کو اپنے تکذیب قرار دیتے، کبھی دریدہ دہن لوگوں سے آپ کو بچانے کی ذمہ داری لیتے اور کبھی نبی کریم ﷺ کو یومِ حشر کے انتظار کی تلقین کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں درجنوں بار نبی کریمؐ کا تذکرہ اپنی ذاتِ جلّ جلالہ کے ساتھ کیا ہے، آپ کو رفعتِ ذکر کا وعدہ دیا ہے جس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ نبی کی شان اور یہ فضیلت اسی بنا پر ہے کہ آپؐ کی ذات ستودہ صفات پیامِ الٰہی کی مبین و محافظ ہے۔ اپنے کلام میں اللہ عزوجلّ کس انداز میں دنیا کے ظالم لوگوں کی شقاوت کا تذکرہ کرتے ہیں:

﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٣٠﴾

"ان بندوں پر حسرت ہو! ان کے پاس کوئی بھی رسول نہیں آتا، لیکن اُس کا مذاق اُڑانے سے نہیں چوکتے۔"

نبی کی شان میں گستاخی کرنا بدترین گناہ اور بدترین وعید کا مصداق بننا ہے، جس طرح روزِ قیامت وہ لوگ جو نبی ﷺ کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوں گے، بدترین عذاب کا صلہ پائیں گے، اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے انبیا علیہم السلام جیسی مقدس ہستیوں کی ذات و شان میں زیادتی کی ہوگی، بدترین انجام کے مستحق ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہمیں نہیں بھولنا چاہئے جس میں آپ

نے غزوۂ اُحد میں الم ناک لہجے میں فرمایا کہ "وہ لوگ کیسے فلاح یافتہ ہوں گے جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو زخم آلود کر دیا۔"[1]

نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں زیادتی کا ارتکاب بدترین گناہ ہی نہیں، سنگین ترین جرم بھی ہے۔ جو لوگ اسے ماں باپ کی نافرمانی اور قطع رحمی کی طرح محض ایک گناہ سمجھتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں۔ اسلام کی رو سے اہانتِ رسول بدترین جرم ہے، جس کی سزا دینا خلافتِ اسلامیہ کا فرض ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات پر طعن و تشنیع آپ پر ایک بہتانِ عظیم بھی ہے۔ جس طرح کسی جرم کے ارتکاب پر محض توبہ اور رجوع کافی نہیں ہوتے، بلکہ چوری یا زنا کی طرح عوام میں ظاہر ہو جانے کے بعد اس کی سزا دینا مسلم حکمرانوں کے لئے واجب ہو جاتا ہے، اسی طرح اہانتِ رسول کا سنگین جرم بھی مستوجبِ سزا ہے۔ اگر مسلمان حکمران اس کی سزا دینے سے احتراز کرتے ہیں، تو وہ اپنے شرعی فریضہ سے واضح انحراف کے مرتکب ہوتے ہیں۔

جہاں تک آپ ﷺ کے مقام و فضیلت کا تعلق ہے تو جس کی حفاظت اور رفعتِ ذکر کی ذمہ داری اللہ جلّ جلالہ کی ہو، اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے!! نبی کریم ﷺ کی دعوت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عفو و درگزر کی تلقین کی تھی، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ شاتمین رسالت کو ذاتِ جلّ جلالہ نے کبھی معاف نہیں کیا اور عفو و درگزر کے اُس دور میں بھی شانِ رسالت میں حرف گیری کرنے والے اللہ کی بدترین پکڑ کا شکار ہوئے تھے، تاریخ ہر ہر شاتم رسول کے بدترین انجام سے ہمیں خبردار[2] کرتی ہے۔ مدینہ منورہ میں چلے آنے کے بعد ایسے بدبختوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا حکم دے دیا گیا اور شاتمانِ رسالت مآب کی سرکوبی کے لئے آپ خود مہمّات روانہ کرتے، صحابہ کی مجالس میں صلائے عام دیا کرتے اور اللہ تعالیٰ سے ایسے رسالت کے پروانوں کی مدد کی فریاد کیا کرتے۔ ایک بار محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا، ایک بار سیف الاسلام سیدنا خالدؓ بن ولید، ایک بار سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم نے اور حسانؓ بن ثابت کو تو آپ نے خود بزبانِ شعر ظالموں کا جواب دینے کی تلقین کی، اور روح القدسؑ کے ذریعے اللہ سے اُن کی مدد و نصرت کے طالب ہوئے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کا قلبِ اطہر ظلم

۱ فَقَالَ: «كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ فَعَلُوا هَذَا بِنَبِيِّهِمْ وَهُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللهِ» (جامع ترمذی: ۲۹۲۸)

۲ شاتمانِ رسول پر اللہ کی پکڑ کی تفصیلات جاننے کے لئے دیکھئے کتاب: 'گستاخ رسول کی سزا' از مولانا محمد منیر قمر

وبدزبانی کے اوچھے ہتھکنڈوں پر زخمی ہو جایا کرتا اور آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو شانِ رسالت کے تحفظ کے لئے اُبھارا کرتے۔

اہانتِ رسول کے ذریعے تین طرح کے حقوق میں زیادتی کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اللہ کے حق میں جس نے آپ کی ذات کو پیغامِ رسالت کا مرکز و محور بنایا۔ پھر نبی کریم ﷺ کی ذات کا حق اس سے متاثر ہوتا ہے کہ آپ پر سبّ و شتم اور الزام تراشی کرکے، صریح بہتان کا ارتکاب کیا جاتا ہے؛ یہ آپ کا شخصی حق ہے۔ اور توہین رسالت کے ذریعے شمع رسالت کے پروانوں یعنی محبانِ رسول اور پوری اُمّتِ محمدیہ کا حق مجروح کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں حقوق کو مجروح کرنے والا بدبخت ترین انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی اپنی اُمّت کے لئے شفقت کی گواہی قرآن میں دیتے ہیں، لیکن وہ خالق رحمت ہستی بھی ایسے شقی القلب بدبختوں کو کیفر کردار تک پہنچائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ علامہ ابن قیم جوزیہ اس سنگین جرم کی بابت واضح الفاظ میں قرار دیتے ہیں:

إن كان هٰذا في أول الأمر حيث كان ﷺ مامورًا بالعفو والصفح وأيضًا فإنه كان يعفو عن حقه لمصلحة التاليف وجمع الكلمة ولئلا ينفر الناس عنه ولئلا يتحدثوا أنه يقتل أصحابه وكل هٰذا يختص بحياته ﷺ[1]

"اس جیسے واقعات اوّلین دور کے ہیں جب آپ ﷺ معافی اور درگزر کرنے کا حکم دیے گئے تھے۔ اس وقت آپ تالیفِ قلب، کلمہ اسلام کو مجتمع رکھنے اور لوگوں کے متنفر ہوجانے کے ڈر سے معافی کا راستہ اختیار کیا کرتے اور اس لئے بھی کہ دشمن یہ نہ کہتے پھریں کہ آپ تو اپنے ساتھیوں کو قتل کردیتے ہیں۔ الغرض شتم رسول پر تمام قسم کی معافیاں آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ہی مخصوص ہیں۔"

سیرتِ نبویؐ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں ذاتِ رسالت مآب ﷺ نے ذاتی حق سے عفو و درگزر برتا لیکن جب بھی اسلام یا منصبِ رسالت پر حرف آیا، اس کے تحفظ میں آپ کی رحمت و شفقت کبھی آڑے نہ آئی۔ اسی رحمتِ مجسم ﷺ نے اسلام کے دفاع کے لئے درجنوں جنگیں لڑیں، بدبخت دشمنانِ اسلام کو کیفر کردار تک پہنچایا اور

1 زاد المعاد از علامہ ابن قیم جوزیہ: ۵/ ۵۹

مسلم معاشرہ میں گناہ اور بدامنی پھیلانے والوں کو سنگین سزائیں دیں۔ محاربین عکل اور عرینہ کی سزائیں ہوں یا رجم و قطع ید کی عقوبات، اسلام کے تقاضے پورے کرنے میں آپ نے کبھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔

شمع رسالت کے پروانوںؓ نے منصبِ رسالت میں حرف گیری کرنے والوں کو زندہ رہنے کا حق نہیں دیا۔ ایک نہیں، کئی احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں غیر مسلم شاتمان کو صحابہ کرام ﷺ نے انجام بد سے ہم کنار کرکے چھوڑا، وہ بدبخت عصما بنتِ مروان کی طرح اسلامی ریاست کے شہری ہوں یا جزیرہ عرب و خیبر کے یہودی یا مشرک، چاہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو کر کفر کی طرف لوٹنے والے عبد اللہ بن سرح ہوں یا عبد اللہ بن خطل... اُن کو قتل کرنے میں بیت اللہ الحرام کی حرمت و تقدس بھی آڑے نہ آئی۔ جب قانون و شرع سے شتم رسالت کے مسلّمہ مجرموں کو سزا دلوانے کی قوی اُمید ہو تو قانون و شریعت سے مدد لینا اسلام کا تقاضا ہے، لیکن اگر قانون عصمت و منصبِ رسالت کی حفاظت سے قاصر ہو تو مسلمان اس امر کا فیصلہ اپنے ایمان وایقان کے پیمانے سے کرتا ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مسلم خلفا نے رسالت کے تقدس کو اپنا فرضِ اوّلین جانا اور اس کے لئے جہاد کیا۔ شانِ رسالت میں دست درازی کرنے والے بدترین دہشت گردی کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ اربوں مسلمانوں کے دلوں کو ہی چھلنی نہیں کرتے، بلکہ بنی نوع انسانیت کے شرف کو پامال کرتے ہیں۔ وہ اس شخصیت ﷺ پر تہمت لگا کر گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں جس نے انسانیت کو جینا سکھایا۔ جس نے انسان ہی نہیں، اللہ کی ہر مخلوق کے لئے رحمت پر مبنی احکامات جاری کئے۔ کئی صدیاں قبل انسانیت کو قعر مذلت سے نکالا اور رہتی دنیا تک انسانیت کے لئے آپ منارۂ رشد وہدایت ہیں اور آپ نے اپنی اُمّت کی صلاح وفلاح کے لئے اپنی ہر صلاحیت اور فکر کھپادی۔

جن لوگوں نے ناموس رسالت کے ان حالیہ رکیک حملوں کا جائزہ لیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ کوئی مسلمان یا سلیم القلب شخص ان مکروہ کلمات ومناظر کو چند لمحات کے لئے نہیں دیکھ سکتا۔ اگر مغرب کے دہشت گردی کے خلاف مزعومہ نظریۂ جنگ کو بھی تسلیم کرلیا جائے تو انتہاپسندوں کی یہ جنگ تو چند سو لوگوں کو ہلاک کرنے کا باعث بنی اور اس سے امریکہ کے جڑواں ٹاور تباہی سے دوچار ہوئے اور امریکہ دنیا بھر کو اپنے پیچھے مجتمع کرکے، اپنے مفروضہ

دہشت گردوں کو سبق سکھانے نکل کھڑا ہوا۔ دوسری طرف ذات رسالت مآب اور ان کی اَزواجِ مطہرات کے خلاف حالیہ دہشت گردی کو دیکھا جائے تو اس سے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو دلوں کو چھلنی کرتے اور اُنہیں شدید اذیّت سے دوچار کرتے ہوئے ابلاغی و نظریاتی دہشت گردی کی گئی۔ ملّتِ اسلامیہ کی عظمت وسطوت کے نشان محمد عربی علیٰ صاحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنی ہفوات کا نشانہ بنایا گیا، جو انسانیت کی فلاح وصلاح کے لئے تمام مذاہب کے ماننے والوں کے ہاں مسلّمہ ہستی کے مقام پر فائز ہیں۔ امریکہ چند ایک دہشت گردوں کی سرکوبی کے لئے میدانِ کارزار میں نکل کھڑا ہوا اور کئی مسلمان ممالک میں عشرہ بھر سے ہلاکت وبربریت کا طوفانِ بلاخیز مسلط کئے بیٹھا ہے، جبکہ دوسری طرف آج ستاون مسلم ممالک میں کسی میں بھی یہ جرات نہیں کہ وہ دنیا کے اس بدترین دہشت گردی کی سرکوبی کے لئے کوئی سنجیدہ اقدام تو کجا، واضح الفاظ میں مذمّت ہی کر سکے۔ مسلم اُمّہ کی یہ بے غیرتی اور کمزوری واقعتاً عبرت ناک ہے جس پر دلِ مسلم خون کے آنسو روتا ہے۔

دنیا آج اپنی ترقی اور چمک دمک پر نازاں ہے اور اسے ترقی اور تمدن کا سنہرا دور قرار دیتی ہے۔ انسانی دانش اپنے عروج پر مفتخر ہے اور مغربی معاشروں کو عظمتِ انسانیت کی درخشندہ مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، لیکن قرآن اور اسلامی تعلیمات کی رو سے دیکھا جائے تو آج کا دور ظلمت و تاریکی اور شقاوت و بدبختی سے عبارت ہے۔ اس دور میں اللہ کے دین کے خلاف تمام صلاحیتوں کو جمع کر کے اپنے خبثِ باطن کو پھیلانے کی تمام مساعی کی جارہی ہیں۔ اللہ کے دین اسلام، اللہ کی کتاب قرآن، اسلام کے نام لیوا راسخ مسلمان، اسلام کے محافظ مجاہدین، مسلمان کے شعار داڑھی، مسلم عورت کے شعار حجاب، اللہ کے گھروں مساجد کے مینار، اللہ کے دیے ہوے نظام حیات اور سب سے بڑھ کر نبی رحمت محمد ﷺ کے خلاف بدبخت انسانوں نے اپنی زبانوں کو دراز کر دیا ہے۔ تاریخ کے کسی دور میں اللہ کا دین اسلام، ذلّت ونکبت کی اس پستی میں نہیں پہنچا جس کا آج سامنا کیا جارہا ہے۔ شعائر اسلام کے خلاف کئی دہائیوں سے جاری اہل کفر کی مسلسل کوششیں مسلمانوں کے لئے فی زمانہ حقیقت کھول دینے کے لئے کافی ہیں، لیکن مسلمان ہیں کہ خوابِ غفلت سے بیدار ہی نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کو حاصل اللہ کی نعمتیں ان پر دنیا کا دھوکہ ختم ہی نہیں کرتیں اور اُنہیں اپنی روش بدلنے پر مجبور نہیں کرتیں، ان کی غفلت کی رات طویل ہوتی جاتی ہے اور نویدِ سحر کا مرحلہ ہی نہیں آتا۔

اس بدتر دور میں نبی اسلام ﷺ کی شان رسالت میں کی جانے والی گستاخیاں، اس تکرار، تسلسل، ڈھٹائی، وسعت اور بڑے پیمانے پر جاری ہیں، جن کا ماضی میں کوئی وجود نہیں ملتا۔ ماضی کا مسلم حکمران دیبل میں کسی ایک مسلم خاتون کی عصمت دری پر تڑپ اُٹھتا اور اس کے نتیجے میں آنے والے لشکرِ اسلام سے آخر کار پورا برصغیر اسلام کے نور سے منور ہو جاتا، کبھی وامعتصماہ کی پکار پر مسلمان خلیفہ بے چین ہو اُٹھتا اور روم کے شہروں انقرہ وعموریہ کو زیر نگین لا کر دم لیتا۔ کبھی خلیفہ ہارون الرشید وقت کے امام سے پوچھتا کہ اہانتِ رسول پر میری ذمہ داری کیا ہے، تو امام دار الہجرت بے چین ہو کر جواب دیتے کہ "اس اُمّت کو دنیا میں جینے کا حق نہیں رہتا جس کے نبی کی توہین کر دی جائے۔" لیکن آج دو ارب تک پہنچنے والے مسلمان، لاکھوں تک پہنچنے والی مسلم افواج، پانچ درجن مسلمان ریاستیں، دنیا کے بہترین اَموال ونعم سے معمور مسلم سرزمینیں، عظیم تجارتی راستوں کی نگہبان مسلم حکومتیں ذلّت ورسوائی کو قبول کئے خوابِ غفلت میں مدہوش ہیں۔ ان میں ایٹمی قوت پاکستان بھی ہے؛ وہ تیل جس سے دنیا کا پہیہ چلتا ہے، اس کی دولت سے مال مالا عرب ریاستیں بھی ہیں، اور صنعت وٹیکنالوجی کی حامل جنوب ایشیائی مسلم ممالک بھی ہیں۔ ان ممالک پر مسلط حکمرانوں کے محلات اور جاہ وحشم دیکھیں تو ماضی کے بادشاہوں کی شان وشوکت ہیچ نظر آئے، لیکن ان سب کے ہوتے ہوئے، مسلم اُمّہ پر ذلّت ومسکنت مسلط کر دی گئی ہے۔ جب کسی قوم وملّت کی عظمت کو نشان کو سرنگوں کرنے کی ناروا کوششیں جاری ہوں تو اس قوم کے قائدین کا عزت وسربلندی کی جھوٹی علامتوں اور مصنوعی جاہ وحشم پر مطمئن ہونا جانا شرمناک نہیں تو اور کیا ہے!!

امام مالک کا فرمان بالکل درست ہے کہ دنیا میں ہر مسلمان کی شناخت ذاتِ رسالت مآب سے ہوتی ہے، آخرت میں بھی ان کا تعارف 'محمدی' ہو گا اور نبی کریم ﷺ ہمارے ساتھ روزِ محشر پیش ہو کر، ہماری کثرت پر فخر کریں گے، لیکن جب اپنی شناخت کی حفاظت سے اتنے زیادہ انسان اور اتنی بڑی افواج عاجز آجائیں تو پھر سمجھنا چاہئے کہ کہیں ضرور ایسا بدترین مغالطہ ہے جس میں اس دور کی اُمتِ محمدیہ گرفتار ہے۔ ظاہر ہے کہ یا تو مذکورہ بالا حقائق درست نہیں یا اسلام کے نام لیواؤں کا اپنے نبی سے محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے!!

درحقیقت یہ وہی زمانہ ہے جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کے صرف حروف باقی ہیں، اسلام اور قرآن پر عمل کرنے اور اُنہیں جاننے والے خال خال ہی ملتے ہیں۔ اکثر وبیشتر

مسلمانوں کی صورتِ حال تو یہی ہے، مسلم عوام میں اسلامی شعور کی صورتِ حال قدرے بہتر ہے، لیکن مسلم حکمران تو ملّی جذبہ اور غیرت وحمیت سے بالکل عاری ہیں۔ اس لحاظ سے فی زمانہ اسلام اور شعائرِ اسلام کی توہین دراصل مسلم حکمرانوں کی بے غیرتی اور بے حمیتی کا نوحہ ہے۔

آج بعض معذرت خواہانہ مسلم دانشور یہ دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں کہ ناموسِ رسالت اور توہین اسلام کی یہ مذموم کاروائیاں چند ایک کھلنڈرے اور نادان لوگوں کا فعل ہیں، یہی موقف مغربی حکمرانوں نے بھی اپنا رکھا ہے جبکہ یہ دعویٰ حقائق کے سراسر خلاف ہے۔ ۲۰۰۴ء میں جرمنی اخبارات میں کئی ایک رپورٹیں شائع ہوئیں جس میں بتایا گیا کہ ویٹی کن چرچ دنیا میں اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے بڑے پیمانے پر رقوم جمع کررہا ہے، اور اس فنڈ کو نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو مسخ کرنے کے لئے استعمال میں لایا جائے گا۔ پھر ۵ تا ۸ مئی ۲۰۰۵ء کو جرمنی میں عیسائی عمائدین کا نمائندہ اجلاس ہوا جس میں امریکی دانشور گریفن ٹارپلے کے مطابق، ڈنمارک کے اخبار جیلانڈر پوسٹن میں گستاخانہ کارٹون شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ خاکے ازاں بعد یورپی ممالک کی نصابی کتب میں بھی شائع کئے گئے۔ اٹلی کے ایک وزیر نے اس موقع پر خاکوں والی شرٹ تقسیم کرنے اور پہننے کا اعلان کیا۔ یورپی پارلیمنٹ نے ڈنمارک کے بائیکاٹ کو پورے یورپ کا بائیکاٹ قرار دیتے ہوئے اس مذموم اقدام کے خلاف یک جہتی اور تائید کی پوری قوت استعمال کی۔ اسی پر بس نہیں بلکہ بہت سے اخبارات نے اس کی دیکھا دیکھی ان خاکوں کو بڑے پیمانے پر شائع کیا اور جیلانڈر پوسٹن کو تو باقاعدہ ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ باشعور قارئین بخوبی جانتے ہیں کہ اخبارات کسی قوم کے مجموعی رجحان کا عکاس ہوتے ہیں اور جب تک اس اقدام کے بارے رائے عامہ ہموار نہ پائی جائے اس وقت تک کوئی اخبار ایسا بڑا اقدم نہیں اُٹھا سکتا۔ تازہ حالات میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ جہاں تسلسل سے اسلام مخالف اقدامات ہورہے ہیں، اس کا صدر بھی لفظی مذمت پر اکتفا کرتے ہوئے اقوامِ متحدہ کے اجلاس میں قرار دیتا ہے کہ

> ''توہین آمیز فلم جیسے اقدامات کو روکنا ممکن نہیں، اس لئے اس فلم کے خلاف پر تشدد مظاہروں کا کوئی جواز نہیں۔ وہ ممالک جن میں مظاہرے ہورہے ہیں، ان میں سفارتخانوں کے حفاظتی اقدامات بہتر کرنے کی بجائے احتجاج کا سلسلہ ختم کرنا ہوگا۔ کیونکہ آزادئ اظہار کے خلاف احتجاج کا کوئی جواز نہیں بنتا۔''

امریکی صدر کا یہ بیان اس طرزِ فکر، حفاظت اور تائید کا بھرپور عکاس ہے جس سے فائدہ اُٹھا کر پیغمبر رحمت ﷺ کی ناموس کو پامال کرنے کی مذموم کوشش جاری ہیں۔ یہ موقف اکیلے امریکی صدر کا ہی نہیں، بلکہ ۲۰۰۶ء میں پاپائے روم پوپ بنی ڈکٹ شانز دہم نے جرمنی کے دورہ کے موقع پر اسلام کے خلاف دریدہ دہنی یوں کی تھی کہ "اسلام کا تصورِ جہاد خدا کے مقاصد اور فطرت کے خلاف ہے، اسلام تلوار کی نوک سے ہی پھیلا ہے، مسلمان وحشیانہ پن کے اندھیروں سے باہر نکلیں۔" ظاہر ہے کہ مذہب اور ریاست کی نامور ترین شخصیات کے اس نوعیت کے بیانات کے بعد مغربی اقوام کے ان اقدامات کو کوئی نادان شخص ہی، ان کے انفرادی فعل قرار دے کر اپنے آپ اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے گا۔ پھر ان جرائم کے خلاف جو مضحکہ خیز سزائیں مغربی عدالتوں نے دی ہیں، یا اُن کو جس طرح وسیع پیمانے پر مغربی قوموں نے پھیلایا ہے، اور ابھی تک اپنے بدعزائم پر مُصر نظر آتے ہیں، اس سے ان کے قومی رجحانات پوری طرح آشکارا ہو جاتے ہیں۔

ستمبر ۲۰۱۲ء میں یہودی لابی کی تائید سے تیار ہونے والی شانِ رسالت میں گستاخی پر مبنی فلم پر عالم اسلام میں شدید احتجاج کا سلسلہ جاری ہے۔ ۱۱ ستمبر کو لیبیا میں امریکی سفیر کی ہلاکت سے لے کر، دنیا بھر کے امریکی سفارتخانوں کے سامنے کیا جانے والا مسلمانوں کا احتجاج، اس غم وغصّہ کو ظاہر کرتا ہے جو مسلم اُمّہ میں اس مکروہ فلم کے بارے پایا جاتا ہے۔ میڈیا پر چھائے ہوئے دانش ور، اس احتجاج کے غیر موزوں اور نامناسب ہونے کا دُکھڑا روتے نظر آئے، لیکن غالباً اُن کے مرعوب ذہنوں نے اس فلم پر احتجاج کے ذریعے مسلمانوں میں امریکہ کے خلاف پائی جانے والی شدید نفرت کا ادراک نہیں کیا۔ امریکہ اپنی رعونت وبربریت کا جو اظہار کئی برسوں سے لگاتار کرتا چلا آرہا ہے، مسلم اُمّہ کے نوجوان اس کے خلاف سراپا احتجاج ہیں، اس پر طرہ کہ امریکی پادری اور یہودی لابی کی دہشت گردی نے اس غم وغصّہ کو شعلہ جوالہ کر دیا۔ جن لوگوں کو اس احتجاج میں شریک ہونے کا موقع ملا یا جو براہِ راست ان مناظر کو دیکھ پائے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ محمد عربی ﷺ کے اُمّتیوں میں کیسا غم وغصّہ تھا، جو وہ اپنے راستے میں آنے والی ہر امریکی علامت کو ختم کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ مسلم دنیا میں ان دنوں ہونے والا احتجاج، بظاہر اس فلم کے حوالے سے ہے، لیکن یہ درحقیقت امریکی جبر وبربریّت کے خلاف مسلمانوں میں پائے جانے والی شدید نفرت کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی ادارے، اس احتجاج کا

باریک بینی سے جائزہ لیتے نظر آئے۔ حقوق انسانی کے بلند بانگ نعرے لگانے والی امریکی حکومت کو اپنے ہاں ہونے والی ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے حقوق کی کوئی پامالی اور ابلاغی دہشت گردی تو نظر آئی، اس حوالے سے اپنے کسی فرض کو تواُس نے نہیں جانا، لیکن اسے یہ دھمکی دینا ضرور یاد رہی کہ جن لوگوں نے امریکہ کے خلاف جذبات کا اظہار کیا ہے، اُن کا پورا نوٹس لیا جائے گا۔ یہی وہ رویہ ہے جس سے یہ صہیونی دہشت گردی جنم لے رہی ہے۔

اس موقع پر یہ تکلیف دہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ دیگر مسلم ممالک کی طرح پاکستان کے میڈیا پر بھی بے ضمیر اور بے دل لوگوں کا قبضہ ہے۔ یہاں کے میڈیا پر وہ لوگ چھائے ہوئے ہیں جنہیں غیرتِ ایمانی اور حبِ نبویؐ سے بہت کم حصہ نصیب ہوا ہے۔ پاکستانی میڈیا کے کارپردازوں کو لاکھوں افراد کی حبِ رسول سے معمور ریلیاں تو نظر نہیں آئیں، نہ ہی ان کو نمایاں کرنے کی اُسے کوئی توفیق ملی۔ اس انتشار پسند اور یہودیت نواز میڈیا کی ساری توجہ اس احتجاج کے مثبت پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی بجائے انتشار وہلاکت کی طرف منعطف رہی، گویا کہ احتجاج کے بارے یہ ایک طے شدہ روش تھی جس کا اظہار کیا گیا۔ یہ میڈیا ہی تھا جس نے پاکستان کے دل لاہور اور دیگر دسیوں پاکستانی شہروں میں ہونے والے منظّم وپرامن احتجاج کو نمایاں کرنے کی بجائے پوری توجہ لاہور کے امریکی قونصل خانے، اور کراچی وپشاور کی چند تخریبی کاروائیوں پر مرکوز رکھی۔ افسوس کہ فلم میں کی جانے والی بدترین دہشت گردی کو، احتجاج کی بے اعتدالیوں کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کوئی مسلمان نہیں کر سکتا !!

میڈیا کا یہ تخریب پسند طبقہ اپنی شر پسند مزاج کی بنا پر ہر برائی کو ہی نمایاں کرتا اور ہر خیر کو معمول کا واقعہ سمجھ کر نظر انداز کرتا ہے۔ اسی کو سنسنی خیزی اور ابلاغی تخریب کاری قرار دیا جاتا ہے۔ کیا صرف احتجاج کا یہی بدنما چہرہ ہی کیمرہ فلیش کا مستحق ہے یا لاکھوں مسلمانوں کی پرامن ریلیاں بھی میڈیا کی کسی توجہ کا مستحق ہوسکتی اور کسی خبر کا عنوان بن سکتی تھیں۔ میڈیا کی یہی شرپسندی اور منتخب اخلاقیات ہیں کہ اسلام پسندی کا کوئی عظیم الشان مظہر تو خبر سے محروم رہتا ہے اور اسلام کے خلاف اُٹھنے والی معمولی سی کوتاہی بھی بریکنگ نیوز کے طور پر پھیلا دی جاتی ہے۔ یہ پاکستانی میڈیا ہی ہے جس کو امریکی فلم کی مذمت میں توکچھ کہنے کی توفیق نہیں ملتی، لیکن اس کے خلاف احتجاج پر نت نئی رہنمائی اور تلقین ضرور نمایاں کر دی جاتی ہے۔ اس میڈیا نے آسیہ مسیح، رمشا مسیح اور توہین اسلام کے متعدد واقعات کو پیش کرنے میں وہ دلچسپی نہیں دکھائی

جتنی وہ اِن کی مذمت میں ہونے والی پروگراموں کی صورت پیش کر رہا ہے۔ پاکستانی میڈیا کے ذریعے احتجاج کے تلخ پہلوؤں کو ہر جہت سے پیش کر کے، مسلم اُمّہ کے چہرے کو مسخ کیا گیا، لیکن کیا اس میڈیا کے ذریعے احتجاج کو منظّم و مؤثر کرنے کی کوئی تدبیر، کوئی رہنمائی اور کوئی مباحثہ و مکالمہ بھی دیکھنے کو ملا۔ میڈیا کا یہی وہ رویہ ہے جس کی بنا پر احتجاجات میں تخریب کاری کا عنصر شامل کرنا نادانوں کے لئے ایک مجبوری بن جاتا ہے، کیونکہ اس کے بغیر میڈیا کی کوئی توجہ ہی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہتک آمیز فلم کے خلاف ہونے والی احتجاج کی غلط رپورٹنگ کو 'میڈیا کی تخریب کاری' قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

کیا میڈیا پر جلوہ افروز ہونے والے لوگ مسلمان نہیں کہ ناموسِ رسالت کا تحفظ ان کی بھی ذمّہ داری میں شامل ہو یا اس کی فکر بھی صرف متشرع مسلمانوں کو ہی کرنی ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ کیا میڈیا سے وہ لوگ وابستہ نہیں ہیں، جنہوں نے اپنے ناموں کے ساتھ محمد عربی کا مبارک لفظ زیبِ عنوان کر رکھا ہے؟ کیا اُنہیں محمد ﷺ سے کوئی تعلق نہیں اور کیا ان کا کوئی فریضہ نہیں کہ وہ اُمتِ اسلام کے ساتھ شانہ بشانہ چلیں۔ کیا اُنہیں شفاعتِ نبویؐ کے بغیر ہی حشر کا میدان عبور کر لینا ہے، پھر وہ اپنے فرض کو جانتے اور سمجھتے کیوں نہیں؟

اسلام کی رو سے ابلاغ کا مقصد لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانا اور انہیں اللہ کا بندہ بنانے کی جدوجہد کرنا ہے، تبلیغ، بلاغ اور ابلاغ ایک ہی جیسے مادہ سے مشتق الفاظ ہیں اور اس سے ابلاغ کی معنویت واضح ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف مغربی ابلاغ کا مقصد لوگوں میں خواہشاتِ نفس کو پروان چڑھانا، سنسنی خیزی کو رواج دینا، برائی و فحاشی کو زیبِ عنوان بنانا اور انسان کو نفس کا بندہ بنانا ہے۔ ہمارا سرکش میڈیا بعینہٖ اس یورپی ابلاغ کا چربہ اور کافرانہ نظریۂ ابلاغ کا عکاس ہے۔ اس میڈیا کا حقیقی چہرہ ان پاپارازی فوٹو گرافروں کی صورت نظر آتا ہے جو کسی بھی حادثے کو انجام پانے سے بچانے کے بجائے ہر ہر زاویے سے اس کی تصویر سازی کرنے اور اپنے چینل پر بریکنگ نیوز کے طور پر نشر کرنے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کے اربابِ ابلاغ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں تو ان کے پردہ و قرطاس سے وہ پیغام بآسانی اقوامِ عالم تک پہنچایا جاسکتا ہے جس کی اُمّتِ مسلمہ کو اشد ضرورت ہے۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں کے مفاد پرست حکمرانوں کی طرح مسلمانوں کا میڈیا بھی زر پرست مالکان کے قبضے میں ہے، جن سے روپے پیسے کے ذریعے ہر شر کی تشہیر کروائی جاسکتی ہے۔ پاکستانی میڈیا میں اس کی درجنوں

مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

نبیٔ اسلام ﷺ اور شعائرِ اسلام کے خلاف اہانت و تمسخر کی اس بدترین مہم اور اس کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج سے ایک اور بات روزِ روشن کی طرح آشکارا ہے کہ مسلم حکمرانوں اور مسلم عوام کے مابین خلیج وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ گہری سے گہری ہوتی جارہی ہے۔ مسلم عوام اسلام کے خلاف ہونے والے مظالم سے دل برداشتہ ہیں، لیکن ان کے حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ستاون مسلم ممالک کی نمائندہ تنظیم او آئی سی کی حیثیت ایک مردہ گھوڑے سے زیادہ نہیں اور اسے اس الم ناک مرحلے پر ماضی کی طرح کسی بامقصد اقدام کی کوئی توفیق نہیں ہوئی، اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ یہ تنظیم ان مفاد و زَرپرست حکمرانوں کی رہین منت ہے جن کے نزدیک ہر چیز پر ان کا ذاتی مفاد مقدم ہے۔ اگر ذاتی جاگیروں کی طرح پھیلی اُن کی حکومتوں پر کوئی زد پڑتی ہو تو اس تنظیم کے تن مردہ میں بھی انگڑائی اور بیداری کی کوئی لہر دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اسلام اور شعائر اسلام پر کوئی حملہ اُن کے لئے اس بنا پر قابل توجہ نہیں، کیونکہ اس سے ان سے آقائے ولی نعمت کی پیشانی پر شکن نمودار کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ یہ حکمران ہر لمحہ علما کو اتحاد کی توبے جا تلقین کرتے نظر آتے ہیں جبکہ اس مرحلہ پر پوری اُمتِ محمدیہ متفق و متحد ہے لیکن کاش ان حکمرانوں میں بھی اسلام نہیں تو کم از کم نبی اسلام ﷺ کی حرمت وناموس کے لئے کسی درجہ میں اتحاد ہو جائے تو دنیا کا کفر چند لمحوں میں ایسی شنیع حرکات سے توبہ کرلے۔ اس وقت عالم اسلام کے سیاسی اتحاد کی ضرورت ہے!!

جس طرح کسی گھر کے مکین ہزار احتجاج کریں، کسی تعلیمی ادارے کے طلبہ اختلاف کا ہر اُسلوب اپنائیں، لیکن ان کے بڑے اور نگران، اس انتشار و پریشانی کو متعلقہ اداروں تک منتقل نہ کریں تو اُس کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور یہ بے چینی اندر ہی گھٹ کر رہ جاتی ہے، اسی طرح مسلم ممالک کے عوام احتجاج و اختلاف سے باہم کٹ مرنے لگیں، لیکن ان کے حکمرانوں کے لبوں سے کوئی حرفِ شکایت ادا نہ ہو تو اُن کی ساری مشقّت و کلفت بے کار اور ضائع ہو جاتی ہے۔ بعینہٖ یہی صورتحال اُمتِ مسلمہ کی ہے۔ مسلمانوں کے اس احتجاج سے ہمارے دشمنوں کو اُمّہ میں پائی جانے والی بے چینی کا تو اندازہ ہوتا ہے، لیکن وہ بھی اس کمتر درجے میں کہ وہ اس کے مداوے کی تدبیر میں لگ جاتے ہیں۔ ان حالات میں سب سے مشکل سوال یہ ہے کہ عوامُ الناس اپنے اضطراب کو کس طرح اپنے حکمرانوں اور دنیا تک پہنچائیں۔ شریفانہ احتجاج کو تو میڈیا خبر ہی تسلیم

نہیں کرتا، کجا یہ کہ اس کا کوئی اثر منتقل ہو۔ جب تک کوئی شر انگیزی نہ ہو اور بڑے پیمانے پر لوگوں کو پریشان نہ کیا جائے، حکام کو بھی کوئی فکر لاحق نہیں ہوتی۔ سچ ہے کہ بے مقصد اور بے فائدہ احتجاج بھی، مغرب کے انہی کھو کھلے حقوق میں سے ایک ہے، جن سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے آج کسی بھی مذہب کی توہین کو اظہارِ رائے کا حق باور کرنے کا مغالطہ دیا جاتا ہے۔ در حقیقت اہل کفر کی یہ دریدہ دہنی انہی تلخ حقائق کے ادراک کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے...!! ہمیں علم ہے کہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی طرف سے انبیاء ورسل کی اہانت پر قانون سازی کے نیم دلانہ مطالبے سے کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوگی، جب تک ملت کے بزعم خود قائدین اس پر کوئی سنجیدہ پیش قدمی اور بامقصد دباؤ قائم نہ کریں گے اور کسی قانون سازی یا عالمی عدالتِ جرائم میں ایسے معاملات پر توجہ دیا جانا ایک خواب ہی رہے گا۔

بعض لوگ ان دنوں، ناموسِ رسالت اور اسلام کے خلاف جاری حملوں پر علم و فضل اور دلائل کے انبار جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ در حقیقت اسلام اور شعائرِ اسلام کے خلاف جاری مغرب کی یہ جنگ، اُن کی اسلام سے نفرت وعداوت کا منہ بولتا اظہار ہے۔ مغرب میں خود برطانوی قانون میں، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور یہودی اقوام پر ہونے والے مزعومہ مظالم (ہولو کاسٹ) کی ایک مخصوص تعبیر کو تسلیم نہ کرنے پر کئی ایک سنگین سزائیں موجود ہیں۔ امریکی دستور اور مغربی قوانین کے جس نام نہاد تحفظ اور آزادیٔ اظہار کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے، انہی قوانین میں اس کی واضح حدود بھی موجود ہیں، راقم اپنے سابقہ مضامین میں تفصیل سے مغرب کے یہ دوغلے معیارات پیش کرچکا ہے۔ اور حال ہی میں مصر ولیبیا اور انڈیا و ملائشیا میں مغربی ویب سائٹوں کا اپنے صدر دفاتر سے بند کردیا جانا مغرب کی کھوکھلی پالیسی کو ہی ظاہر کرتا ہے۔ جن دنوں مغربی میڈیا اسلام کے خلاف اپنے خبثِ باطن کا اظہار کررہا ہے، انہی دنوں انہی مغربی ذرائع ابلاغ نے یہودیت کی ہمدردی میں ایسے تمام ہتک آمیز مواد کو منظر عام سے ہٹادیا ہے جن سے ان کی شرارت وخباثت کا بخوبی علم ہوجاتا ہے۔

مغرب میں ہتکِ عزت کے دفاع کا حق تو ہر شخص کو حاصل ہے، ازالۂ حیثیت عرفی کے لئے درجنوں قوانین موجود ہے، مغرب کا ظالم انسان ہر فرد کو تو اپنے عزت کے تحفظ کا حق دیتا ہے لیکن صد افسوس کہ جب اللہ کی برگزیدہ ہستیوں اور پیغمبران علیہم السلام کی بات آتی ہے تو یہ اہل مغرب اظہارِ رائے اور انسانی حقوق کی ہفوات شروع کردیتے ہیں۔ دراصل یہ معرکہ

مذہب اور اِلحاد کا ہے، جسے دھوکہ دینے کے لئے قوانین کی غلط تعبیر کا سہارا لیا جاتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی شخص کو بدنام کیا جائے تو اُس کے تحفظ کی بجائے اس کو انسانی حقوق کا چارٹر تھما دیا جائے گا۔ عین انہی دنوں برطانوی شاہی خاندان کی بعض نامناسب تصاویر شائع ہوئی ہیں تو ان کی جھوٹی عزت کے تحفظ کے لئے قانون حرکت میں آیا اور گرفتاریاں تک عمل میں آئی ہیں، اس موقعہ پر آزادیٔ اظہار کا غلغلہ کیوں بلند نہیں کیا گیا؟ یہ مغرب کے مکار و عیار ذہن اور مغرب کے ٹکڑوں پر پلنے والا میڈیا کی کارستانی ہے جو تصویر کا محض ایک رخ پیش کرتا ہے!!

در حقیقت مغرب کا یہ مکروہ چہرہ، اس کے اپنے نعروں: رواداری اور پرامن دنیا کی تکذیب ہے۔ مذہبی شعائر اور شخصیات پر حملہ کسی مسلمان نے نہیں کیا، جس پر گذشتہ بیس سال کی گواہی کافی ہے اور نہ ہی یہ اسلام کی تعلیم ہے، دوسری طرف یہ دہشت گردی مغربی اقوام کے حصّے میں آئی ہے، اس سے بخوبی پتہ چل جاتا ہے کہ دنیا کو خطرہ مسلمانوں کی بجائے اہل کفر کی دہشت گردی سے ہے جو نظریات و عقائد سے بڑھ کر اقوام و ملل کے خلاف جارحیت و بربریت کا وتیرہ اپنائے ہوئے ہیں۔ اسلام جس طرح جبر سے نہیں بلکہ اپنے پیغام کی بدولت پھیلا ہے اور غیر مسلموں نے اپنے مذاہب کو ترغیب و تحریص اور جبر و تشدد کے ذریعے پروان چڑھایا ہے، اسی طرح مغربی اقوام کی یہ موجودہ نسل بھی اسی ابلاغی جبر و قوت کا اظہار کر کے بزور اپنے نظریات کو ٹھونسنا چاہتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مغرب کی الحادی تعلیم سے فیض یافتہ مسلمان بھی ان حقائق کو جان اور سمجھ بوجھ لیں اور اہل مغرب کی اسلام سے نفرت و تعصّب اور دوہرے معیارات کا جائزہ لے کر اپنے فکر و ذہن کی تشکیل نو کریں۔

مسلمانوں کے مغربی تعلیم یافتہ طبقے پر بخوبی واضح ہو جانا چاہئے کہ امن اور عزت بھیک مانگ کر یا رواداری اور انسانی حقوق کے مغربی مغالطوں کے ذریعے نہیں ملتی۔ امن و سلامتی کا اس کے سوا کوئی طریقہ نہیں کہ مخالف کو اپنی قوت سے ڈرا کر، اس پر رعب مسلط کر کے اُسے امن رہنے پر مجبور کیا جائے جسے قرآن نے ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم سے تعبیر کیا ہے، یہ حقیقت گو کہ کڑوی ہے لیکن مفادات کی اسیر دنیا کا ضابطہ کل بھی یہ تھا اور آج بھی یہی ہے۔ مغربی تہذیب اپنے عروج و کمال کے دور میں اپنے دعووں کی تکذیب خود اپنی زبان سے کر رہی ہے اور اسلام کا نظریۂ امن درست ثابت ہو رہا ہے۔ پھر بھی مسلمان نہ سمجھیں اور خوابِ خرگوش کے مزے لیتے رہیں تو اہانت و تذلیل کا یہ سلسلہ کہیں نہیں رکے اور تھمے گا۔ (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)